پاکستان، آزادیء تقریر،تحریر،اظہار،اور صحافت!

مہذب دنیا میں تقریر،تحریر،اور اظہار کی آزادی کا حق ،ایک بنیادی انسانی حق مانا گیا ہے۔اس ضمن میں کئی بین الاقوامی میثاق اور عہد نامے موجود ہیں،اور دنیا کے ہر ملک کے آئین میں اس حق کو بنیادی حق قرار دے کر اس کی حفاظت کی گئی ہے۔اس ضمن میں چند بین الاقوامی دستاویزوں،اور بشمول پاکستان کچھ دیگر ممالک کے آئین پر نظر ڈالنے سے اس حق کی اہمیت اور پاکستان میں اس کی حیثیت اور صورتِ حال سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

آزادیء اظہار کے حق کی بنیادی عالمی دستاویز؛ ''عالمی میثاقِ انسانی حقوق'' ہے،جس کی شق نمبر ۱۹،میں درج ہے کہ ''ہر انسان کو رائے اور اظہار کی آزادی کا حق حاصل ہے،اس حق میں کسی بھی قدغن،اور سرحدوں کی پابندی کے بغیر کوئی رائے رکھنے،اور کسی بھی وسیلہ سے معلومات تلاش کرنے،حاصل کرنے،اور ان کو دوسروں تک پہنچانے کا حق شامل ہے''۔

کینیڈا کے شہری ہونے کی حیثیت میں ہمیں کینیڈا کے میثاق حقوق وآزادی کے تحت ''خیال،عقیدہ،اظہار،رائے،صحافت،اور ذرائع ابلاغ کی آزادی'' کا بنیادی حق حاصل ہے۔

امریکہ میں آزادی اظہار کا حق بہت ہی تقدیس کا حامل ہے،اسے امریکہ کے آیئن میں پہلی ترمیم کے ذریعہ مذہب کی آزادی کے ساتھ درج کیا گیا ہے،پہلی ترمیم کے الفاظ اس طرح ہیں،'' کانگریس کوئی ایسا قانون نہیں بنا سکتی جس کے ذریعہ کوئی مذہب قائم کیا جائے،یا شہریوں کو کسی مذہب پر عمل پیرا ہونے سے روکا جائے،یا آزادیء تقریر،صحافت،اور پر امن اجتماع پر کوئی پابندی لگائی جائے۔اسی طرح شہریوں کو حکومت کے سامنے اپنی شکایتیں پیش کرنے سے بھی نہیں روکا جا سکتا۔

پاکستان کے آیئن کی دفعہ ۱۹ میں ان حقوق کو کئی بنیادی پابندیوں کے ساتھ درج کیا گیا ہے،اور اس دفعہ کو ''تقریر وغیرہ کی آزادی'' کہا گیا ہے۔یہ دفعہ اس طرح بیان کی گئی ہے،''اسلام کی عظمت،یا پاکستان یا اس کے کسی حصہ کی سلامتی،یا دفاع،غیر ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات،امنِ عامہ،تہذیب یا اخلاق کے مفاد کے پیشِ نظر،یا توہینِ عدالت،کسی جرم کے ارتکاب یا اس کی ترغیب سے متعلق قانون کے ذریعہ عائد کردہ مناسب پابندیوں کے تابع،ہر شہری کو تقریر،اور اظہارِ خیال کی آزادی کا حق ہوگا،اور پریس کی آزادی ہوگی۔''(یہاں یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ یہ الفاظ حکومتِ پاکستان کی ویب سائٹ پر آیئن کی اردو دستاویز سے اخذ کیئے گئے ہیں)۔

ہمیں یقین ہے کہ آپ یا کوئی بھی عاقل شخص اگر پاکستان کے آیئن کی اس دفعہ پر غور کرے گا تو بے اختیار کہہ اٹھے گا کہ ''پاکستان میں آزادیء تقریر وصحافت،ہر چند کہیں کہ ہے،نہیں ہے!''

مندرجہ بالا سطور تحریر کرتے وقت ہمارے پیشِ نظر پاکستان کے ممتاز صحافی 'حامد میر' پر مبینہ قاتلانہ حملہ،اس سے قبل ایک اور ممتاز رائے نگار 'رضا رومی' پر قاتلانہ حملہ،اور اس سے قبل ایک اور دیانت دار صحافی 'سلیم شہزاد' کا قتل جیسے واقعات ہیں۔اس کے ساتھ ہماری نظر میں وہ اعداد و شمار ہیں جن کی روشنی میں پاکستان کا شمار صحافیوں کے لیئے خطرناک ترین ممالک میں ہوتا ہے۔صحافیوں کے تحفظ کے عالمی ادارے کی ایک رپورٹ کے مطابق سنہ ۲۰۱۳،میں پاکستان میں سات صحافیوں کا قتل ہوا۔جب کہ پاکستان میں اخبار کے مدیروں کی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ گزشتہ سال پاکستان میں گیارہ صحافی قتل ہوئے۔

پاکستان میں صحافیوں کے قتل اور ان پر تشدد آمیز حملوں کو ہمیشہ نادیدہ ہاتھوں کی کاروائی قرار دے کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔وہاں کی عدالتی تاریخ میں صحافیوں کے قتل پر مجرموں کو قرار واقعی سزا دیئے جانے کے فیصلے شاید خال خال ہی ہوں۔پاکستان میں صحافیوں اور رائے نگاروں پر تشدد اور ان کے قتل کی بنیادی وجہہ یہ نظر آتی ہے کہ ساری بیان بازیوں اور سیاسی قلابازیوں کے باوجود پاکستان میں آزادیء صحافت واظہار کی روح کو آیئن ہی میں مسخ کر دیا گیا ہے۔خود وہاں کے صحافی پابندیوں کے اتنے شکار اور پابند رہے ہیں کہ اگر انہیں ذرا سی آزادی ملتی دکھائی بھی دے تو وہ غیر ذمہ داری کا شکار ہو جاتے ہیں۔اور وہ سمجھتے ہیں کہ ٹیلی ویژن پر چیخ وپکار کرنا اور اخباروں کی تحریر میں غیر ذمہ دار اور غیر اخلاقی الفاظ استعمال کرنا یا ہر شخص کو اسلام دشمن اور وطن دشمن قرار دینا ہی آزادیء اظہار ہے۔

پاکستان میں صحافیوں اور آزادیء صحافت کو جو سختیاں جھیلنا پڑتی ہیں ان کا تفصیلی بیان پاکستان کے باضمیر صحافی ''ضمیر نیازی مرحوم'' کی کتابوں میں موجود ہے۔اب پاکستان میں شاید کچھ کچھ تبدیلیاں ضرور ہوئی ہیں،جن سے وہاں کے ان صحافیوں نے ذمہ داری سے فائدہ بھی اٹھایا ہے جو انگریزی زبان میں لکھتے ہیں یا آزاد خیال کہلاتے ہیں۔یہ لوگ کچھ بہت مشکل بنیادی سوال اٹھاتے رہے ہیں۔یہی وہ سوال ہیں جن کے نتیجہ میں رضا رومی پر قاتلانہ حملہ ہوا اور وہ فی الحال ملک چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔اگر پاکستان میں صحافت آزاد ہوتی تو لازم تھا کہ حکومتِ پاکستان ان کی حفاظت کا ذمہ لیتی،اور انہیں ملک نہیں چھوڑنا پڑتا۔

پاکستان کے وہ صحافی جو اردو صحافت اور میڈیا سے منسلک ہیں،وہ بھی آزادیء صحافت کے گنجلک قوانین کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دوسرے لکھنے والوں پر اس طرح کے الزامات لگاتے ہیں

جن سے وہ اسلام دشمن یا وطن دشمن نظر آئیں۔ حال ہی میں ممتاز صحافی حامد میر پر قاتلانہ حملہ ہوا ہے، اور انہوں نے اس کا الزام پاکستان کے جاسوسی کے اداروں پر لگایا ہے، جس کی تحقیقات ے لیئے ایک عدالتی کمیشن بھی قائم کیا گیا۔ ہمیں ان سے ہمدردی ہے اور ہم انکی صحت کی دعا بھی کرتے ہیں۔

لیکن بدقسمتی سے خود حامد میر اپنی تحریر میں جو غیر ذمہ داری دکھاتے ہیں ان کی چند مثالیں ان کے جنگ اخبار میں شائع ہونے والے کالموں سے یہاں پیش کی جاتی ہیں، تاکہ آپ کو ان کے بنیادی نظریات کے بارے میں بھی اندازہ ہو سکے، اور یہ بھی پتا چلے کہ پاکستان میں اسلام دشمنی اور وطن دشمنی کا بہتان لگانا کتنا آسان ہے۔ جنگ اخبار میں ''پرانی شراب نئی بوتل'' کے عنوان کے تحت وہ لکھتے ہیں، 'کھسیانی بلی اب کھمبا نوچ رہی ہے۔ الحاد فروشی اور دین فروشی کی سیاست اور صحافت کرنے والوں نے کل بھی اپنے جھوٹ کو عملی موقف قرار دیا اور آج بھی اپنے جھوٹ کا پول کھلنے کے بعد ان کے پاس مزید جھوٹے الزامات کے کچھ نہیں بچا۔ دھوکہ دہی کی کوشش میں ناکامی کے بعد اب وہ جھکی جھکی نظروں اور ڈگمگاتے لفظوں کے ساتھ علامہ اقبال اور قائدِ اعظم کی عظمت کا اعتراف کر رہے ہیں۔ لیکن ان کے دلوں سے اٹھنے والا کدورت اور نفرت کا دھواں چھپائے نہیں چھپتا۔''

حامد میر کھل کے نہیں لکھتے کہ ان کا نشانہ کون ہے، لیکن اگر آپ ان کے الفاظ پر غور کریں تو آپ کو وہی مزاج اور طریقہ نظر آئے گا جس کے تحت آپ جس کو چاہیں ملحد، دین فروش، وطن دشمن، قائدِ اعظم مخالف، اور اقبال مخالف قرار دے کر اسے شدید مشکلات میں ڈال دیں۔ وہ شروع میں تو واضح نہیں کرتے لیکن اسی کالم کی آخری سطور میں بلی تھیلے سے باہر آ جاتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں 'فیض نے تو اقبال کے خلاف سازش کا حصہ بننے سے انکار کر دیا، لیکن جوش ملیح آبادی اور ان کے ساتھی اقبال کو رجعت پسند قرار دیتے رہے۔ جوش صاحب کو ۱۹۵۴ میں بھارت میں پدما بھوشن ملا۔ ۱۹۵۸ میں وہ پاکستان آ گئے اور اقبال کے خلاف غصہ نکالتے رہے۔ انہیں حکومتِ پاکستان نے بھی ہلالِ امتیاز سے نوازا'۔ اب آپ خود بتائیں کہ حامد میر کی اس تحریر سے کیا آپ جوش کو بھارت کا منظورِ نظر اور اقبال دشمن نہیں گردانیں گے، اور عوام اس بارے میں کیا سوچیں گے۔ وہ اسی کالم میں آگے چل کر کھل کر لکھ دیتے ہیں کہ 'آج بھی اگر آپ کو اقبال اور پاکستان کی قدر جاننی ہے تو عام پاکستانیوں سے جانیئے۔ پڑھے لکھے الحاد فروشوں کے انگریزی فہم اور دین فروشوں کے جعلی عربی لہجوں میں آپ کو اقبال اور قائدِ اعظم کے لیئے صرف منافقت ملے گی، یہ پرانی شراب ہے بس بوتل نئی ہے۔' حامد میر کی غیر ذمہ دار تحریریں آپ جنگ اخبار کے مختلف کالموں میں تفصیل سے پڑھ سکتے ہیں۔ ہم یہاں صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کی شراب بھی پرانی ہے اور بوتل بھی پرانی۔ ان سے جدید دور میں آزادیء صحافت کی قدر کروانا عبث ہے۔

حامد میر نے اپنے اوپر ہونے والے مبینہ قاتلانہ حملہ کا الزام پاکستان کی آئی ایس آئی پر لگایا ہے۔ سچ اور جھوٹ کا فیصلہ تو شاید سپریم کورٹ کے مقرر کردہ تحقیقاتی کمیشن میں ہو پائے، جس کی امید کم ہی ہے، لیکن حامد میر کو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ اسی نظام کا شکار ہوئے ہیں جو آیئن کی دفعہ انیس میں درج ہے، جس کے تحت آزادیء صحافت بہت زیادہ پابند ہے۔ پاکستان میں کوئی بھی سر پھرا کسی کو بھی اسلام دشمن، وطن دشمن، اور فوج دشمن وغیر جان کر کچھ بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ حامد میر کی تحریر اور بیانات نے کسی کو یہ شہہ دی ہو۔ سلمان تاثیر بھی تو ایسے ہی تاثر کا شکار ہو کر شہید ہوئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کی شہہ حامد میر جیسے صحافیوں کی نفرت انگیز تحریروں ہی سے نکلتی ہے، وہ چاہے لاکھ اپنے آپ کو طالبان کا مخالف اور جمہوریت دوست قرار دیتے رہے ہیں۔

جو لوگ پاکستان میں واقعتاً تشدد اور قتل و غارت گری کے خلاف ہیں، ان کے بارے میں پاکستان کے انسانی حقوق کے کارکن اور رائے نگار 'علی دیال حسن' کا یہ جملہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ''ہم، خصوصاً وہ جو قاتلوں اور تشدد کرنے والوں کا مقابلہ کرتے ہیں، صرف ان ہی قاتلوں کے رحم و کرم پر زندہ ہیں۔'' علی دیال حسن پاکستان میں انسانی حقوق کے ادارے، Human Rights Watch کے ڈائریکٹر ہیں۔ حامد میر کی تحریروں کے تحت وہ بہت آسانی سے انگریزی نویس الحاد فروش قرار دیے جا سکتے ہیں۔

حامد میر کو جان رکھنا چاہیئے کہ پاکستان میں صحافت اور آزادی اظہار پر بے پناہ پابندیاں ہیں۔ خود ان کے اپنے اداروں کو جن میں جنگ اور جیو بھی شامل ہیں، حکومت اور حاملانِ طاقت سے فوائد حاصل کرنے کے لیئے منافقانہ مصلحتیں اختیار کرنا ہوتی ہیں جن کے نتیجہ میں حامد میر جیسے صحافی بڑی تنخواہیں بھی پاتے ہیں، اور اس نظام کا شکار بھی ہوتے ہیں، جس کی مخالفت کرنے والوں کو وہ الحاد فروش، دین فروش، اور وطن دشمن قرار دیتے رہے ہیں۔

اگر حامد میر چاہتے ہیں کہ پاکستان میں آزادیء صحافت، اور آزادیء رائے کا بول بالا ہو تو انہیں اس قاتلانہ حملے کے بعد اپنا رویہ بدلنا ہوگا، اور کھل کر حق بولنے والوں اور پاکستان میں آزادیوں کا مطالبہ کرنے والوں کا ساتھ دینا ہوگا۔ ورنہ وہ بھی شطرنج کے کھیل کے پیادے ہی رہیں گے۔ ہم ایک بار پھر ان پر قاتلانہ حملے پر احتجاج کرتے ہیں اور ان کی صحت کی دعا کرتے ہیں۔